امت مسلمہ کے موجودہ مسائل درپیش چیلنجز اوران کا تدارک سیرت طیبہ (علی صاحبھا الصلاۃ والتسلیم) سے حاصل رہنمائی کی روشنی میں

از

جہاں آراء لطفی

اسسٹنٹ پروفیسر شیخ زاید اسلامک سینٹر، یونیورسٹی آف کراچی

اسلام دین فطرت ہے، اسلام وہ دین ہے جسے اللہ تبارک وتعالی نے قیامت تک کے لئے اس دنیا کیلئے بطور دین پسند فرمایا ہے۔قرآن مجید وفرقان حمید کی یہ آیت مبارکہ اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے :

﴿ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا ..... ﴾ [1]

ترجمہ:

آج میں نے تمہارا دین مکمل کر دیا ہے تمہارے لئے ۔ اور تم پر اپنی نعمت تمام کر دی ہے، اور تمہارے لئے اس بات کو پسند کر لیا ہے کہ اسلام تمہارا دین ہے۔

چنانچہ یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ اسلام ہی وہ سچا دین ہے جو انسان کی سچی رہنمائی کر سکتا ہے اور عصری تقاضوں کو پورا کرنے کی مکمل صلاحیت رکھتا ہے۔ اسلام اللہ تعالی کی طرف سے انسان کے لئے وہ راستہ منتخب کرتا ہے جو اسے دین و دنیا دونوں مقامات پر سرخرو کرنے کا باعث بنتا ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم کھلی آنکھوں، کشادہ ذہنوں اور روشن دلوں کے ساتھ اس دین کو سمجھنے اور سمجھانے اور اس پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کریں۔

چنانچہ میری نگاہ میں ہی نہیں بلکہ حقیقتا ہر ذی شعور مسلمان کی نگاہ میں اس مقالے کے لئے دیا گیا موضوع انتہائی اہمیت اور عصر حاضر کے مسائل کے عین مطابق ہے۔ یہ وقت کا تقاضا ہے اور امت مسلمہ کی بقاء و سلامتی کیلیئے تدبر اور غور و فکر کہ آج اسلام کو سمجھنے اور سمجھانے کی ضرورت، قدر و قیمت اور اہمیت پہلے سے کہیں زیادہ ہے۔ کیونکہ قومیں ایک دوسرے کے قریب آنا چاہتی ہیں، فاصلے سمٹ رہے ہیں۔ دنیا گلوبل ویلیج بن رہی ہے۔ توہمات، مفروضات اور غیر فطری مذاہب کا دور جانے والا ہے۔ سائنس نے اپنی ترقی کی رفتار میں تیز رفتاری برقی انداز میں کی ہے، سائنسی حقائق اب قرآن کریم کی حقانیت سے میل کھانے لگے ہیں۔ بین الاقوامی مباحثے اور بین المذاہب مکالموں کی ضرورت کو محسوس کیا جارہا ہے، نت نئی اصطلاحات نے لوگوں میں بے چینی، اشتعال اور اضطراب کی کیفیت پیدا کر دی ہے۔ چنانچہ مسلمان مزید سوتے رہے تو اپنی بقاء کی بھیک مانگنے پر آجائیں گے۔ اور دنیا میں رہنا دوبھر ہو جائے گا۔

اسلام ایک سچا اور جدید انداز اختیار کرنے والا مذہب ہے اس لئے کہ باقی تمام مذاہب اس سے قدیم تر ہیں، اسلام دین فطرت ہے، اور اس دین کے معلم رحمت للعالمین ہیں جو قرآن کریم کا چلتا پھرتا نمونہ تھے جو اپنی سیرت میں آفاقی پیغام رکھتے ہیں، اور ہمارا کام ہے کہ یہ پیغام وصول کریں سمجھیں، عمل کریں، اور دنیا بھر میں عام کریں، اپنی اپنی ذمہ داری پوری کرتے ہوئے دنیا کے سامنے اسلام کی بہترین تصویر پیش کریں۔ جو اسلام کو پھیلنے پھولنے میں معاون اور مددگار ہو نہ کہ

اسلام سے دور کرنے والا، قرآن کریم ہمیں اس طرف توجہ دلاتے ہوئے بتاتا ہے:

﴿ کنتم خیرا مة اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنهون عن المنكر وتومنون بالله ﴾ [۲]۔

ترجمہ:

تم ایک بہترین امت ہو جو اٹھائی گئی ہے تمام لوگوں کیلئے۔ تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائیوں سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان لاتے ہو۔

رسول اکرم ﷺ نے دین کی دعوت دینے اور اسلام کو دوسروں تک پہنچانے کا جو فارمولا بیان کیا ہے وہ بنیادی حیثیت کا حامل ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

"بشروا ولا تنفروا یسروا ولا تعسروا"۔

ترجمہ:

خوش خبری دو، اور متنفر نہ کرو، آسانی پیدا کرو، اور سختی نہ کرو۔

اس مقالے میں ہم چند ایسی باتوں پر انحصار کرتے ہوئے انتہائی حساس اور اہم نکات کو اٹھائیں گے جو معاشرے کے مزاج میں تبدیلی لانے اور عصر حاضر کے تقاضوں کو پورا کرنے کیلئے اسقدر اہمیت اختیار کر چکے ہیں کہ اب ان سے صرف نظر کرنا اپنی بقاء کو داؤ پر لگانے کے مترادف ہوسکتا ہے۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ یہ معاملات اہل علم ودانش اور دین اسلام کے علماء فضلاء اور دانشوروں کو دکھائی دینے لگے ہیں، ضرورت حل نکالنے اور عمل پیرا ہونے کی ہے۔ چند چیلنجز جو ہمارے پیش نظر ہیں سیرت طیبہ کی روشنی میں انکا ایک جائزہ پیش خدمت ہے۔

دین کی درست شکل اور اسلام کی شاندار تصویر کو سامنے لانا:

اسلام کی آج جو شکل دنیا میں موجود ہے وہ مکمل ہے نہ پرکشش حیثیت رکھتی ہے۔ اسلام

کے نام پر وجود میں لائے گئے فرقے اور رسوم ورواج جن کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے، دنیا بھر کے مسلمانوں کو اپنی لپیٹ میں لے چکے ہیں۔ مسالک کی جنگ اور علماء دین کا آپس میں اختلاف، فرقہ پرستی اور عصبیت اس قدر بڑھتے جا رہے ہیں کہ ہر مسلمان کی پہچان نبی کا امتی ہونا نہیں بلکہ کسی فرقے، مسلک یا گروہ یا جماعت سے منسلک ہونا ہے۔ جو لوگ ان سے بری ءالذمہ ہونے کا دعوی کریں کافر قرار پاتے ہیں۔ بے دین گردانے جاتے ہیں۔ مفروضات ہیں جو عقل سے ٹکراتے ہیں۔ توہمات ہیں جو سائنسی حقائق کے سامنے شرماتے ہیں۔ دین سے انکا تعلق جوڑنا تو دور کی بات ہے کیونکہ دین اسلام قرآن واحادیث کے احکامات اور فرامین عقائد وقوانین تو عین عقل کے مطابق ہیں۔ آج سائنس اس کو ثابت کرتی چلی جا رہی ہے۔ بقول علامہ محمد اقبالؒ:

خرد دیکھے اگر دل کی نگہ سے ———— جہاں روشن ہے نور لا الہ سے

بقول سلمان حسین خان: ۴

''مذہب کو محدود پوجا پاٹ کے معنوں میں لینے کے بجائے اسے انسانی زندگی، انسانی ذہن وعقل اور کائنات کی روح رواں اور قوت کے طور پر لینا چاہئے۔ جو فکر ونظر اور شعور ووجدان کی اساس ہوتا کہ تمام اجتماعی نظام بھی عقل سے برتر ذریعے یعنی مذہب کی بنیادوں پر استوار ہوں''۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

'' اتقوا فراسة المؤمن فانه ينظر من نور الله ''۔۵

ترجمہ:

''مؤمن کی فراست سے ڈرو، وہ خدا کے نور سے دیکھتا ہے''

کتاب الٰہی قرآن مجید فرقان حمید میں ارشاد ربانی ملاحظہ ہو:

﴿ يريد الله بكم اليسر ولا يريد بكم العسر ﴾ ۶۔

ترجمہ:

اللہ تبارک وتعالی تمہاری سہولت چاہتا ہے،تمہارے ساتھ سختی کرنا نہیں چاہتا۔

دین کو سخت اور مشکل بنا کر پیش کرنا حضور نبی کریم ﷺ کا طریقہ نہ تھا،آپ ﷺ نے دین کو آسان بنا کر پیش کیا ، اور دین کے مطالبات میں تدریجی عمل کو پیش نظر رکھا ، خود قرآن میں شریعت اسلامی کے احکامات بتدریج آئے ہیں۔حضور ﷺ نے ان پر عمل کر کے بتایا۔اس لئے کہ آپ ﷺ صرف کتاب (القرآن الکریم) ھی کا علم دینے نہیں بلکہ حکمت و دانائی بھی سکھانے کیلئے مبعوث ہوئے تھے۔قرآن کریم میں ارشاد باری تعالی ہے:

﴿لقد من الله على المؤمنين اذ بعث فيهم رسولا من انفسهم يتلوا عليهم آياته ويزكيهم ويعلمهم الكتاب والحكمة وان كانوا من قبل لفى ضلال مبين﴾ ے ۔

ترجمہ:

اللہ تعالی نے مؤمنوں پر احسان کیا کہ ان میں سے ھی ان میں ایک رسول بھیجا جو ان کو آیات پڑھکر سناتا ہے ان کو پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے، ورنہ اس سے پہلے وہ صریح گمراہی میں مبتلا تھے۔

چنانچہ یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اللہ تعالی نے آپ ﷺ کو قرآن کریم کی تعلیمات کے ساتھ ساتھ لوگوں کو تدبر حکمت و دانائی جیسی خوبیاں سکھانے پر بھی مامور فرمایا تھا تا کہ دین کی تعلیمات کو دانشمندانہ اور عالمانہ محققانہ طریقے پر اپنانے اور اسکی ترویج و اشاعت کا فریضہ انجام دینے کی تربیت بھی مسلمانوں کو دی جاسکے۔آپ ﷺ نے ہر جگہ ہر معاملے میں حکمت کے اس انداز کو برقرار رکھا تا کہ لوگ فرائض کی ادائیگی میں آسانی اور سہولت محسوس کریں۔

آپ ﷺ کے پاس ہر قوم اور ہر قبیلے کے وفود آیا کرتے تھے،ایک مرتبہ ایک شخص نے آپ ﷺ سے عجیب وغریب سوالات کئے۔اس نے پوچھا۔

''کیا آپ ﷺ اس پر قسم کھا سکتے ہیں کہ آپ ﷺ کو نبی بنا کر بھیجا گیا ہے؟''۔

آپ ﷺ نے کسی ناراضگی کا اظہار کئے بغیر فرمایا: ''یہ چند احکامات ہیں ان پر عمل کرو، اور اسے چند احکامات سکھائے۔

بعد میں صحابہ سے فرمایا:''وہ بدو تھا اس سے اتنا ہی مطالبہ کیا جا سکتا ہے۔ مگر سب سے یہ مطالبہ نہیں''۔

حضور نبی کریم ﷺ کی تعلیمات وسیرت مبارکہ میں جگہ جگہ یہی حکمت کارفرما نظر آتی ہے جس سے دین اسلام تیزی سے پھیلا اور لوگ جوق در جوق اسلام میں داخل ہونے لگے۔ اگر آج کسی عالم یا مولوی سے یا کسی امام یا مفتی سے اس قسم کی سوالات کر لیئے جائیں تو وہ کفر والحاد کے فتوے داغنے لگتے ہیں، اور بجائے تسلی یا تشفی کرانے کے یا اصلاح کرنے کی جہنمی، ناهنجار، خارج از دین، بے دین، اور شیطان کے چیلے ہونے کا اعلان فرما دیتے ہیں۔ ان کے اس طرز عمل سے لوگ دین سے دور ہو رہے ہیں اور دین کو شجر ممنوعہ سمجھ کر اس کے قریب جانے سے کترانے لگے ہیں۔ دین کے ان ٹھیکداروں کے اس عمل کی وجہ سے بسا اوقات نومسلم افراد واپس اپنے دین کی طرف لوٹ جانے میں عافیت سمجھتے ہیں جو ایک لمحہ فکریہ ہے کہ ان کے اس ارتداد کا ذمہ دار کون ہوگا۔

قرآن کریم میں رسول اکرم ﷺ کی اس عادت مبارکہ کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ لقد جاء كم رسول من انفسكم عزيز عليه ما عنتم حريص عليكم بالمؤمنين رؤوف رحيم﴾ [۸]۔

ترجمہ:

تم لوگوں کے پاس تم ہی میں سے ایک رسول آیا ہے، تمہارا نقصان میں پڑنا اسے ناگوار ہے، تمہاری فلاح کا وہ حریص ہے اور ایمان والوں کے لئے وہ شفیق ومہربان ہے۔

اس شفیق ومہربان نبی کو اللہ تعالیٰ نے رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا تا کہ وہ لوگوں کو سیدھے

سادھے طریقے پر دین اسلام کی دعوت دے بغیر کسی فلسفے، لچھے دار باتوں یا پیچ در پیچ ناسمجھ میں آنے والی گفتگو کے۔ آپ ﷺ نے جو طریقہ کار اختیار فرمایا اس میں حکمت، دانائی، محبت، دلسوزی، جذبات واحساسات کا لحاظ، موقع شناسی، وہمت افزائی، شگفتہ مزاجی اور اعتدال پسندی جیسے اہم عناصر شامل تھے ۹۔

ایک مرتبہ کچھ لوگوں کے بارے میں آپ ﷺ کو معلوم ہوا کہ انہوں نے آپکی بتائی عبادات کو کم سمجھ کر غلو اختیار کیا، کسی نے کہا میں کبھی گوشت نہیں کھاؤ نگا، کسی نے کہا میں کبھی شادی نہیں کرونگا، کسی نے کہا کہ میں کبھی بستر پر نہیں سوؤنگا۔ جب آپ ﷺ کے علم میں یہ بات آئی تو آپ ﷺ نے ان سے براہ راست گفتگو کے بجائے لوگوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا: ''کیا بات ہے کہ کچھ لوگ ایسی ایسی باتیں کرتے ہیں حالانکہ میں روزہ بھی رکھتا ہوں۔ افطاری بھی کرتا ہوں، سوتا بھی ہوں اور نماز کیلئے کھڑا بھی ہوتا ہوں۔ گوشت بھی کھاتا ہوں۔ شادیاں بھی کرتا ہوں۔ پس جو شخص میری سنت کو پسند نہیں کرتا وہ مجھ سے نہیں۔ (متفق علیہ) ۱۰۔

حضرت جابر بن سمرۃ رضی اللہ تعالی عنہ آپ ﷺ کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ:
''رسول اللہ ﷺ جمعہ کے روز لمبی نصیحت نہ کرتے بلکہ تھوڑی باتیں کہتے'' ۱۱

لہذا سیرت النبی ﷺ سے یہ بات بخوبی واضح ہوجاتی ہے کہ آپ ﷺ نے انسانوں کو منظم ومتحد کیا ان کی تربیت فرمائی اور انہیں قیادت وامامت سونپی جوان کا روئے زمیں پر حق اور اللہ تعالی کی طرف سے عائد کردہ فریضہ ہے کہ اللہ تعالی نے انسان کو زمین پر اپنا خلیفہ بنایا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے: ﴿وجعلناكم خلائف في الارض﴾ ۱۲ ہم نے آپ لوگوں کو زمین میں خلیفہ بنایا۔

اس تربیتی طریقہ کار اور اسلام کو لوگوں کے سامنے پیش کرنے میں جو اصل راز پوشیدہ ہے اس کی طرف خود سبحانہ وتعالی نے اشارہ فرماتے ہوئے قرآن مجید میں بیان فرمایا:

﴿ ادع الى سبيل ربك بالحكمة والموعظة الحسنة وجادلهم

بالتی ھی احسن...﴾ ۱۳

ترجمہ:

اے نبی اپنے رب کے راستے کی طرف دعوت دو حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ اور لوگوں سے مباحثہ کرو ایسے طریقے پر جو بہترین ہے۔

اسوۃ حسنہ کو سامنے رکھتے ہوئے جب ہم اپنے معاشرے کا جائزہ لیتے ہیں سوائے کف افسوس ملنے کے ہمارے پاس کچھ نہیں رہ جاتا، عام لوگوں کی بات چھوڑیے، دیندار اور مذہب سے لگاؤ رکھنے والوں نے بھی دین کو جس طرح بنا کر پیش کرنا شروع کر دیا ہے، وہ معاشرے میں انتشار پیدا کرنے والے عناصر کی اصلاح کی بجائے بگاڑ پیدا کرنے کا باعث بن رہا ہے۔ان کے رویے انتہائی نامعقول اور عجیب ہوتے ہیں، بڑی باتوں اور اہم معاملات کے بجائے غیر اہم اور چھوٹی چھوٹی باتوں پر سرزش، طعنہ زنی، روک تھام کے بجائے روک ٹوک کا گھٹیا اور غیر مہذب انداز۔ان چیزوں نے اسلام کی شکل کو تبدیل کر کے رکھدیا ہے۔مثلاً کسی نے پتلون پہنکر نماز پڑھ لی تو اسکی نماز مکروہ ہوگئی معمولی سی لغزش پر نماز، روزہ، زکواۃ، عمرہ اور حج جیسی عبادت کو ناقص، مکروہ اور باطل قرار دینا عائلی معاملات میں آسانی کی بجائے سختی پیدا کرنا اور انسانی جذبات واحساسات کو مدنظر رکھنے کے بجائے ان سے صرف نظر کرنا۔نوجوانوں خواتین اور غیر مسلموں کو اپنے طرز عمل سے برگشتہ کرنا اور دین سے متنفر کرنا ہمارے معاشرے میں دین کے دعویداروں ٹھیکداروں اور ذمہ داران کا وطیرہ اور طرز عمل ہے ساتھ یہ اسلامی احکامات حضور ﷺ کی تعلیمات اور صوفیائے کرام اور علمائے کرام کے طریقے کار سے کلیۃ مختلف ہے۔ چنانچہ دین کی دعوت کو آسان سہل، قابل قبول، پرکشش اور مسحور کن، بنا کر پیش کرنا وقت کی اہم ترین ضرورت اور عصر حاضر کے تقاضوں میں سے اہم ترین تقاضا ہے۔

بین المذاہب مکالمے کی اہمیت وضرورت اور طریقہ کار:

عصر حاضر کے تقاضوں میں سے ایک اہم تقاضہ بین المذاہب مکالمہ ہے، رسول اکرم

ﷺ جب مبعوث ہوئے تو خود عرب میں کئی مذاہب موجود تھے، اس کے علاوہ دنیا میں مختلف مذاہب کے پیروکار نیز بڑی بڑی طاقتیں (Supre Powers) بھی موجود تھیں ان طاقتوں میں آسمانی مذاہب کے ماننے والے بھی تھے۔ اور دیگر ادیان کے پیروکار بھی ۔ چنانچہ یہودی، نصرانی، دین ابراہیمی کے پیروکار مجوسی تھے۔ بدھ مت کے ماننے والے، چاند سورج کی پوجا کرنے والے اور ملحد مشرک و کافر سبھی موجود تھے۔

مشہور سیرت نگار۔ سید فضل الرحمٰن لکھتے ہیں:

''عربوں کی مذھبی حالت اچھی بھی اچھی نہ تھی، بت پرستی، ستارہ پرستی، ارواح پرستی ۔قبر پرستی، توہم پرستی وغیرہ سب رائج تھیں۔۱۴

مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری، فرماتے ہیں:

'' جس وقت اسلام کا نیر تاباں طلوع ہوا ہے یہی مذاہب وادیان تھے جو عرب میں پائے جاتے تھے لیکن یہ سارے مذاہب شکست و ریخت سے دوچار تھے'' ۱۵

یقیناً ایسے حالات میں ایک خدا کی پرستش کی دعوت دینا انتہائی جان جوکھوں کا کام تھا جسے آپ ﷺ نے انتہائی تدبر، ذھانت، حکمت و دانائی اور سب سے بڑھکر ثابت قدمی سے حل کیا۔

سیرت ابن ھشام میں ہے:

''عتبہ بن ربیعہ،شیبہ بن ربیعہ،ابوسفیان بن حرب،نضر بن حارث،کلدہ ابوالبختری بن ھشام،اسود بن مطلب، زمعہ بن اسود، ولید بن مغیرۃ،اور امیۃ بن خلف،غروب آفتاب کے وقت کعبے کے پاس جمع ہوئے انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو بلا بھیجا حضور ﷺ اچھی توقعات کے ساتھ جلد جلد آپہنچے۔انہوں نے اپنی پیشکش کو پہلے عتبہ کے ذریعے پہنچایا،ایک بار پھر دھرایا۔اسے سنکر حضور نبی کریم ﷺ نے جواب دیا کہ تم لوگ جو کچھ کہہ رہے ہو میرا معاملہ اس سے مختلف ہے۔میں جو دعوت تمہارے سامنے لے کر اٹھا ہوں۔اسے اس لئے نہیں پیش کررہا کہ اس کے ذریعے تم سے مال و دولت حاصل کرو،یا تمہارے اندر سرداری حاصل کرو یا تمہارے اوپر بادشاہت قائم کرو،مجھے تو خدا نے تمہارے سامنے اپنا پیغمبر بنا کر اٹھایا ہے۔اس نے مجھ پر کتاب اتاری ہے۔اور مجھے حکم دیا ہے کہ تمہارے لئے بشیر و نذیر بنوں۔سو میں نے خدا کی یہ ہدایات تم تک پہنچادی ہیں۔تمہاری خیر خواہی کا حق ادا کر دیا ہے۔اب جو کچھ میں لایا ہوں اگر اس کو تم قبول کرلو تو وہ تمہارے لئے دنیا و آخرت کی بھلائی کا ذریعہ ہے، اور اگر تم اسے میری طرف واپس پھینک دو تو میں اللہ تعالی کے حکم کے انتظار میں صبر دکھاؤنگا۔ یہاں تک کہ خدا میرے اور تم لوگوں کے درمیان فیصلہ صادر فرمادے'' ۱۶۔

چنانچہ حضور اکرم ﷺ نے مختلف مذاہب کے لوگوں کے ساتھ گفتگو کی،کلام کیا،انہیں حق کی دعوت دی تبادلہ خیال کیا۔آپ ﷺ نے مختلف مذاہب کے افراد کے ساتھ جو بات چیت فرمائی اس کی بنیاد اس آیت مبارکہ پر رکھی:

﴿ قل یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمة سواء بیننا و بینکم الا نعبد الا الله و لا نشرک به شیئا ﴾ ۱۷۔

ترجمہ:

آؤ اس بات کی طرف جو ہم میں اور تم میں مشترک ہے کہ ہم اللہ کے سوا اور کسی کی عبادت نہیں کریں گے۔

حقیقت یہی ہے کہ دنیا میں مختلف المذاہب افراد رہتے ہیں۔ زندگی ان۔ کے ساتھ گزارنا کس انداز اور کس طور ہو۔ یہ تمام مذاہب کے ماننے والے کسی نہ کسی شکل میں خدا کا تصور رکھتے ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ وہ اس ہستی میں کسی کو شریک ٹھہراتے ہیں۔ لیکن بہر حال ایک خدا کا تصور موجود ہوتا ہے۔

مولانا وحید الدین خان اپنی کتاب مذہب اور جدید چیلنج میں لکھتے ہیں:

''انسان کی فطرت میں ایک خالق اور مالک کا شعور پیدائشی طور پر پیوست ہے وہ اس کے لاشعور کا لازمی جزء ہے۔ خدا میرا خالق ہے اور میں اس کا بندہ ہوں۔ یہ ایک خاموش عہد جو ہر شخص روز اول سے اپنے ساتھ لیکر اس دنیا میں آتا ہے۔ ایک پیدا کرنے والے آقا و محسن کا تصور غیر محسوس طریقے پر اس کی رگوں میں دوڑ تا رہتا ہے''

۱۸؎

اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا ہے کہ بیسویں صدی نظریات کی صدی Ideological Century رہی ہے۔ بیسویں صدی کے نصف آخر میں اسلام نمایاں طور پر عالمی منظر نامے پر ابھرا ہے۔ آج عمانویل کانٹ، اگسٹ کومٹے اور فریڈرک ھیگل جیسے فلسفیوں کا یہ خیال کہ انسان مذہب سے آزادی حاصل کرنے کے بعد تنہا اپنی عقل کے بل بوتے پر پوری دنیا پر حکمرانی کرسکتا ہے۔ غلط ثابت ہو رہا ہے، جدیدیت صرف عقل کے ذریعے انسان کی تخریبی جبلتوں پر قابو پانے میں بری طرح ناکام ہو رہی ہے۔ مذہب کو ترک کرنے کے بعد انسان کو عالمی جنگوں، کیمیائی و ایٹمی اسلحے اور وحشیانہ درندگی اور سفاکی، ظلم و بربریت جنگی جنون اور غلبے و تسلط کی ہوس،

مقابلے بازی، نسلی منافرت اور تباھی و بربادی سے سابقہ پڑا، مگر حیرت اس لئے نہیں ہوئی کہ در حقیقت مذاہب ہی انسان کو انسانیت کے مقام پر پہنچاتا ہے۔ اور اسے اپنے اوپر کنٹرول کرنے کا طریقہ سکھاتا ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ مکے سے ہجرت کر کے جب مدینے آئے تو آپ ﷺ کی حیات مبارکہ کو خطرات لاحق تھے۔ لیکن اس کے باوجود آپ ﷺ نے مدینے کے یہودیوں کے ساتھ امن معاہدے کئے۔ آپ ﷺ نے جو غزوات لڑیں دفاعی تھیں۔ اس کے برعکس جب آپ ﷺ کو مکے میں غلبہ عطا ہوا تو آپ ﷺ نے ایک قطرہ خون کا بہائے بغیر وہاں امن قائم کر دیا وہاں کا کنٹرول سنبھال لیا۔ آپ ﷺ نے یہود و نصاری کو اہل کتاب کہہ کر ان کے ساتھ احترام کا رویہ اختیار کیا ان کی تذلیل یا بے حرمتی نہیں کی۔ اور اپنے دین کو ان کے سامنے کھلی کتاب کی انند رکھا۔ اپنی شخصیت کو ان پر اثر انداز کیا۔ پھر جب مدینے کے یہود کے ساتھ معرکے پیش آئے تو انکا سبب آپ ﷺ کی زیادتی یا بدسلوکی نہیں بلکہ ان کی غداری، ناسپاسی اور معاہدے کو توڑنا اسکا سبب تھا، اور سزا آپ ﷺ نے اپنے اسلامی قوانین کے حوالے سے نہیں بلکہ توریت کے قانون کے تحت تجویز کی اس سے بڑی دیانتداری اور رواداری کیا ہوسکتی ہے۔

اسی طرح صلح حدیبیہ کو اگر سامنے رکھا جائے تو یہ رسول اللہ ﷺ کی سنتوں میں سے ایک اہم سنت کہلائی جاسکتی ہے۔ واقعہ حدیبیہ جسے بعض مؤرخین اور سیرت نگاروں نے غزوہ حدیبیہ بھی لکھا ہے۔ اسلامی تاریخ کا انتہائی اہم اور حیرت انگیز موڑ ہے۔ ہجرت کے چھٹے برس رسول اکرم ﷺ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم اجمعین کے ہمراہ مکے کا قصد کیا عمرہ کا ارادہ لے کر آپ ﷺ وہاں تشریف لے گئے۔ جب آپ ﷺ مع رفقاء حدیبیہ نامی مقام پر پہنچے تو مشرکین مکہ نے آپ ﷺ کو اور آپ کے اصحاب کو روکا اور کہا کہ ہم آپ ﷺ اور رفقاء کو مکے میں داخل ہونے نہیں دیں گے۔ اس وقت صورتحال انتہائی گھمبیر ہوگئی یہاں تک کہ اگر آپ ﷺ اپنے صحابہ کرام کو اشارہ کرتے تو خونریز جنگ برپا ہوجاتی، مگر قربان جایئے آپ ﷺ کی حکمت و دانائی کے آپ ﷺ

نے بے حد حکیمانہ ودانشمندانہ فیصلہ فرمایا، اور وہ یہ کہ قریش کے مشرکین اور کفار کے ساتھ گفت وشنید کو ترجیح دی۔ اس میٹنگ کا نتیجہ یہ نکلا کہ آپ ﷺ نے اور مشرکین مکہ نے ایک معاہدہ کیا جو بلاشک ایک سنہرا موڑ اور تاریخ ساز واقعہ ہے اسے No War Pect کہنا زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے ۔جبکہ معاہدے کی زیادہ تر دفعات بظاہر قریش کے حق میں تھیں اور مسلمانوں کے حق میں نہیں تھیں ۔مگر اس کے باوجود آپ ﷺ نے اس معاہدے پر دستخط کر کے یہ ثابت کیا کہ امن قائم کرنا جنگ کے مقابلے میں مسلمانوں کا شعار ہونا چاہئے ۔ بعد میں یہ تمام شقیں جو بظاہر مسلمانوں کے خلاف جارہی تھیں مسلمانوں کے حق میں فتح ونصرت ثابت ہوئیں، جبکہ قرآن مجید فرقان حمید میں بھی اسے فتح مبین کے نام سے پکارا گیا ہے۔

﴿انا فتحنا لک فتحا مبینا﴾ ۱۹۔

آج جب غیر مسلم مفکرین اسلام کو مختلف انداز میں پیش کررہے ہیں ۔ اور یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ اسلام غیر مذاہب کے لوگوں کے لئے خطرہ بن رہا ہے۔ اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ اپنی اپنی سرحدوں کے دفاع کے ساتھ ساتھ اسلام کو دنیا میں امن وسلامتی کا مذہب بنا کر دکھایا جائے۔

امریکی دانشور اور مصنف سیموئیل پی ھنگٹن نے اپنی کتاب ''Clash of Civilization'' میں اسلامی دنیا سے خبردار رہنے کا مشورہ دیتے ہوئے امریکا کو آٹھ تدابیر پر سختی سے عمل کرنے کی ہدایت کی ہے۔ ان آٹھ میں سے دو تجاویز یہ ہیں:

۱۔ مسلم ملکوں اور چین کی روایتی اور غیر روایتی فوجی ترقی میں ہر ممکن طریقے پر رکاوٹ ڈالی جائیں۔

۲۔ دوسری تہذیبوں پر امریکی تہذیب کی فوجی اور ٹکنیکی برتری کو قائم رکھا جائے۔ اور فوجی مقابلے کی دوڑ میں کسی تہذیب کو اپنے سے آگے نہ بڑھنے دیا جائے۔ ۲۰۔

اسلام انسانی حقوق کا سب سے بڑا علمبردار ہے۔ اسلامی نقطہ نگاہ سے قومیت کا جارحانہ اور خودغرضانہ تصور نوع انسانی کی حق میں زہر قاتل کی حیثیت رکھتا ہے۔ اسی لئے اسلام اس جذبے میں شدت پسندی کی مذمت کرتا ہے۔ علامہ اقبالؒ نے اسلام کے اس اصول کی ترجمانی ان اشعار سے بڑے جامع انداز میں کی ہے:

ان تازہ خداؤں میں بڑا سب سے وطن ہے
جو پیرہن اس کا ہے وہ ملت کا کفن ہے

میں یہاں محترم مارماڈیوک پکھتال کے ان دو جملوں کو ضرور بیان کرونگی جو ان کی کتاب ''اسلامی کلچر'' مطالعے کے دوران مجھے بے حد پسند آئے۔ مارماڈیوک پکھتال جن کا اسلامی نام محمد پکھتال ہے فرماتے ہیں:

'' تہذیب اسلامی ایک نظام کامل ہے جو انسانی خیال و عمل کے ہر میدان پر حاوی ہے۔ اور مادیات و روحانیات پر برابر مسلط ہے۔ یہ نظام تاریخ عالم میں زیر عمل رہ کر عدیم النظیر کامیابی و کامرانی حاصل کر چکا ہے ''۔

دراصل بہت سارے نکات ایسے ہیں جن میں عالمی برادری کو اکھٹا کرنے کا پہلو نکلتا ہے اور اسے جواز بنا کر مختلف المذاہب کانفرنسیں کرنا، عصر حاضر کے مختلف موضوعات پر گفتگو کرنا افہام وتفہیم کے راستے نکالنا، سیمینارز اور ورکشاپ منعقد کروانا۔ ہر ایسے تقاضے ہیں جنھیں ہم نظر انداز یا فراموش کر کے دنیا میں ''خیرامۃ'' کا اعزاز حاصل نہیں کر سکتے۔

مشہور جرمنی اسکالر مراد ھوف مین جو ۱۹۸۰ء میں اسلام لائے اسلام اور مسلمانوں پر متعدد کتابوں کے مصنف ہیں۔ امریکہ کے رسالے Study in Contemporary Islam میں ان کی کتاب بعنوان Islam 2000 پر ایک تبصرہ شائع کیا۔ اس میں تبصرہ نگار مستنصر میر (مدیر رسالہ اور پروفیسر سینٹر فار اسلامک اسٹڈیز لنگز ٹاؤن اسٹیٹ یونیورسٹی امریکہ) لکھتے ہیں:

'' ھوف مین ان مسلمانوں کی نمائندگی کرتے ہیں جن کے خیال میں اسلام اور مغرب کے درمیان حقیقی مکالمے کا امکان نہیں ہے۔ اس لئے نہیں کہ اسلام اس قسم کے مکالموں کے حق میں نہیں بلکہ اس لئے کہ مغرب جو کہ پہلے ہی سے ان مذاہب میں سے ایک یعنی عیسائیت کا حامل ہے، ماورائی نوعیت کے مسائل پر اسلام سے مکالمے میں کم دلچسپی رکھتا ہے۔ لیکن یہاں یہ سوال اٹھایا جاسکتا ہے کہ مکالمے کے لئے آیا صرف یہی ممکنہ موضوع ہے؟ کیا اسلامی تہذیب کے لئے یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ مغربی تہذیب سے کچھ دوسری بنیادوں پر رابطہ کرے اور ایک مشترکہ مقصد کیلیے کام کرے''، دوسرے اگر مغربی کلچر پہل کرنے پر تیار نہیں ہے تو کیا اسلام پیش قدمی نہیں کرسکتا؟ اور مغرب سے برابری کی سطح پر بات نہیں کرسکتا۔ کیا یہ لازم ہے کہ اسلام ردعمل کا اظہار ہی کرے؟ کیا اس لے پاس اپنا کوئی تعمیری ایجنڈا نہیں اور کیا یہ اسے تخلیق نہیں کرسکتا؟''۔

یہ وہ سوالات ہیں جو آج ہمارے سامنے کسی عفریت کی طرح موجود ہیں اسی لئے کہ اسلامی ممالک اور مسلمان ایک طویل عرصے سے ریت میں منہ چھپا کر آنے والے طوفان سے بچنے کی احمقانہ کوششوں میں مصروف ہیں اور کسی معجزے کے انتظار میں ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے ہیں۔

مرادھوف مین کے مطابق جدید سائنس نے سائنس میں مذہب کے داخلے کے لئے دروازہ کھول دیا ہے۔

بقول شاعر مشرق علامہ اقبالؒ:

قرآن مجید میں ہے غوطہ زن اے مرد مسلمان   اللہ کرے تجھ کو عطا جدت کردار

اسلامی فقہ کی تشکیل جدید کی اہمیت اور ضرورت:

آج فقہ کی شکل میں ایک گنج بیش بہا ہمارے پاس موجود ہے، وہ بلاشک وشبہ ان صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، تابعین کرام، ائمہ عظام، اور فقہاء و مجتہدین کی معجزانہ فکر وبصیرت

کا نتیجہ ہیں جنہوں نے اپنی زندگیوں کا ایک ایک لمحہ اس اہم کام کے لئے وقف کر دیا۔ اجتہاد اسلامی قانون سازی کے ماٴ خذ میں سب سے بنیادی اولین اور اہم ترین ماٴ خذ ہے۔ جو اسلامی قانون کو منجمد نہیں بلکہ متحرک اور فعال بناتا ہے۔ نیز اسے زمانے کی بدلتی ہوئی ضروریات کے مطابق ڈھالنے میں اسلامی معاشرے اور اسلامی حکومتوں کو ان معاملات ومسائل میں جہاں قرآن وسنت اولین دو مآخذ میں واضح احکامات نہ پائے جاتے ہوں مدد دیتا ہے اور شریعت کی اصل روح کو برقرار رکھتے ہوئے قانون سازی کی سعی صرف اجتہاد کے ذریعے عین ممکن ہو جاتی ہے۔

جس طرح عصر حاضر میں اجتہاد کی ضرورت محسوس کی جا رہی ہے شاید ہی پچھلے ادوار میں رہی ہے۔ اور اسی مقصد کے پیش نظر عالم اسلامی میں ایسے کئی ادارے وجود میں آئے ہیں جو اس سلسلے میں امت مسلمہ کی رہنمائی کر رہے ہیں۔ ان اداروں میں اہم ترین ادارے یہ ہیں ارگنائزیشن آف اسلامک کانفرنس کے تحت قائم شدہ ''مجمع الفقه الاسلامی''، ''رابطة العالم الاسلامی'' کا ''المجمع الفقهی''، اسلامی فقہ اکیڈمی انڈیا، اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان، قاہرہ کا ''مجمع البحوث الاسلامية''، اسلامی بینکوں کی نگرانی کا اعلیٰ شرعی ادارہ'' الهيئة العليا للفتوى والرقابة الشرعية للبنوك والمؤسسات المالية الاسلامية''، اسلامی یورپی کونسل برائے افتاء لندن۔ یہ ادارے فی الوقت نہایت اہم ادارے ہیں، لیکن امت مسلمہ کے مسائل اور وسائل کو دیکھتے ہوئے ناقابل یقین حد تک ناکافی ہے۔

اجتہاد کے حوالے سے حضور اکرم ﷺ کے اس قول مبارک کو مشعل راہ بنایا جا سکتا ہے۔

''مجمع الزوائد ومنبع الفوائد'' میں روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم ﷺ سے دریافت کیا کہ اگر ہمیں کسی ایسے مسئلے سے سابقہ پڑے جس کے بارے میں قرآن وسنت میں کوئی واضح حکم امر ونہی کی صورت میں موجود نہ ہو تو ہم کیا کریں؟ تو اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: '' شاوروا فيه الفقهاء العابدين ولا تمضوا فيه رای قاصد''۔

ترجمہ:

ایسے معاملے میں تم عبادت گزار فقہاء سے مشورہ کرو اور کسی مخصوص رائے پر نہ چلو ۲۱۔

عہد رسالت مآب میں اجتہاد کا تصور ہجرت کے پانچویں برس پیدا ہوا جب اسلامی معاشرہ کی سرحدیں جزیرہ عرب سے بڑھکر دور دراز ممالک تک پہنچ گئیں ۔ چنانچہ حضور اکرم ﷺ نے وہاں کا نظم ونسق چلانے کے لئے ایسے صحابہ کرام کو بھیجا جو حضور ﷺ کے زیر سایہ تربیت یافتہ تھے۔اور اسلامی علوم سے آراستہ وپیراستہ تھے۔انہی صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم اجمعین میں سے ایک معتبر نام حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا ہے جو یمن کے گورنر بنائے گئے ،تو حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تا کہ روانگی کا اذن مبارک حاصل کریں۔تو آپ ﷺ نے فرمایا ''اے معاذ اگر کوئی مسئلہ درپیش ہو تو کیا کرو گے؟ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ عرض کیا یارسول اللہ۔ ﷺ۔قرآن کریم سے رجوع کرونگا۔پھر آپ ﷺ نے دریافت فرمایا ''اور اگر قرآن میں نہ مل سکا تو کیا کرو گے؟ ۔انہوں نے جواب دیا، یارسول اللہ ﷺ۔ آپکی سنت سے استدلال کرونگا۔ آپ ﷺ نے پھر دریافت فرمایا ''اور اگر قرآن وسنت دونوں میں درپیش مسئلے کا حل نہ مل سکے تو کیا کرو گے؟ تو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ جواب دیا یارسول اللہ ﷺ۔ میں اجتہاد کرونگا۔اور غور وفکر کے ذریعے کسی نتیجے پر پہنچنے میں کوئی کوتاہی نہیں کرونگا۔اس جواب پر حضور ﷺ نے ان کی پیٹھ ٹھونکی اور خوشی اور اطمینان کا اظہار فرمایا۔

اس واقعہ سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو اس قسم کی صورتحال میں اجتہاد کے ذریعے کسی بھی ممکنہ مسئلے کا حل کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔اور یہ حدیث فقہ کی بنیاد رکھنے والی اہم ترین احادیث میں سرفہرست سمجھی جاتی ہے،اور تمام خلفاء راشدین، صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم اجمعین، تابعین کرام، وتبع تابعین نے یہی طریق اپنایا۔

آج کے سائنسی دور میں جبکہ دنیا کمیونیکیشن Comminication کے نیٹ ورک میں جکڑ کر گلوبل ویلیج بن چکی ہے۔بے شمار مختلف نوعیت کے مسائل اٹھ کھڑے ہوئے، نت نئے فقہی مسائل غور طلب ہیں۔''مجمع الفقه الاسلامی'' کا تعلق ''منظمة المؤتمر الاسلامی'' آرگنائزیشن آف اسلامک کانفرنس (OIC) سے ہے یہ ۱۹۸۱ء میں قائم ہوا۔اس میں تمام

اسلامی ممالک کو نمائندگی حاصل ہے۔اس ادارے نے اقتصادی، معاشرتی، طبی اور دیگر اہم مسائل پر سو سے زائد فقہی آراء دی ہیں۔ جن میں بیع وشراء کے جدید مسائل، بینکاری کے نظام سے متعلق اہم مسائل، طبی مسائل مثلاً ٹیسٹ ٹیوب بے بی، خاندانی منصوبہ بندی، انسانی اعضاء کی پیوندکاری، بلڈ ٹرانسفیوزن، ایڈز کے مسائل اور اس کے نتیجے میں پیش آنے والے معاملات پر فقہی آراء دی ہیں۔

لیکن'' مجمع الفقه الاسلامی '' ایک مشاورتی ادارے کی حیثیت سے بحث وتحقیق اور دقیق مطالعے کے بعد اپنی رائے دیتا ہے۔ جبکہ اسلامی ممالک اور اس کے قانون ساز ادارے وعدالتیں ان آراء کو قبول کرنے اور ان کے اتباع کرنے کی پابند نہیں جبکہ ہونا یہ چاہئے کہ یہ ادارہ اس قدر مضبوط ہو کہ اس کی رائے کا احترام تمام ملکوں میں ہو اور اس کی اتباع لازمی ہو۔ یہاں میں ڈاکٹر محمود احمد غازی کا نقطہ نظر پیش کرونگی ڈاکٹر صاحب نائب صدر اکیڈمک بین الاقوامی اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد کے عہدے پر ہیں وہ لکھتے ہیں:

> '' عصر حاضر میں اجماع اور اس کے طریق کے حوالے سے میں یہ کہوں گا کہ آج دنیائے اسلام ایک نئی فقہ کی طرف بڑھ رہی ہے اور اگر کوئی نئی اصطلاح استعمال کرنے کی اجازت دی جائے تو میں عرض کرونگا کہ اب ایک کاسمو پولیٹن فقہ Cosmopotion Fiqa وجود میں آ رہی ہے، کوسمو پولیٹن سے مراد یہ ہے کہ اب یہ رجحان روز بروز تقویت پا رہا ہے کہ تمام مذاہب فقہیہ کو اور تمام فقہائے اسلام کے فقہی ذخیرے کو اور ورثے کو مشترکہ فکری ورثہ قرار دیا جائے اور امت اسلامیہ کی مشترکہ کاوش اور مشترکہ ثروت سمجھ کر اس سے استفادہ کیا جائے۔۲۳

امت مسلمہ کی بقاء اور سلامتی کا مسئلہ:

بے شک اس وقت امت مسلمہ زبوں حالی اور مصائب کا شکار ہے۔تمام اسلامی ممالک خواہ عرب ہو یا عجم امیر ترین ممالک ہوں یا تیسری دنیا سے تعلق رکھنے والے غریب ممالک اسوقت جن

حالات سے گزر رہے ہیں وہ انتہائی افسوسناک بھی ہیں اور غور طلب بھی، امت مسلمہ کا ایک ایک ملک امید ورجاء اور خوف وہراس کی حالت میں بے بسی اور بے کسی کی قابل رحم تصویر بنا ایک دوسرے کی جانب دیکھ رہا ہے مگر ۱۴۰۰ سال گزرنے کے بعد جن میں عروج وزوال امت پر کئی ادوار آئے اور گئے آج پھر امت مسلمہ ایک بکھری ہوئی طاقت ہے، گو اس طاقت کو بکھیری ہوئی طاقت بنانے کے بجائے ضرورت کسی اور امر کی ہے، اور وہ یہ کہ بکھری ہوئی طاقت ایک پرامن، مہذب، تعلیم یافتہ اور منظم قوم کی صورت میں ابھرے جس کی طرف قرآن کریم نے اس طرح اشارہ کیا ہے:

﴿ کنتم خیر امة اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنهون عن المنكر وتؤمنون بالله ﴾۲۴۔

اور یہ کہ علامہ اقبالؒ نے اس طرف کچھ اس طرح توجہ دلائی ہے:

ہے زندہ فقط وحدت افکار سے ملت	وحدت ہے فنا جس سے وہ الہام بھی الحاد
وحدت کی حفاظت نہیں بے قوت بازو	آتی نہیں کچھ کام یہاں عقل خدا داد
اے مرد خدا تجھ کو وہ قوت نہیں حاصل	جا بیٹھ کسی غار میں اللہ کو کر یاد
مسکین ومحکومی ونومیدی جاوید	جس کا یہ تصوف ہے وہ اسلام کر ایجاد

آج وقت کی ضرورت ہے کہ مسلمان اپنی بے بسی اور کم ہمتی کو خیر باد کہیں اور امت مسلمہ کی بقاء وسلامتی کا تقاضا یہ ہے کہ اس کی تشکیل نو کے بارے میں سوچ بچار کریں۔ حضور اکرم ﷺ کی اسوۂ حسنہ میں آپ کی مکی ومدنی زندگی کے سیاسی وحربی پہلو ہمارے لئے بڑی رہنمائی رکھتے ہیں۔

پہلے تو میں سفر طائف کا ذکر کرونگی کہ آپ ﷺ نے یہ سفر اپنے آزاد کردہ غلام حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ کیا جب آپ ﷺ طائف پہنچے تو طائف کے لوگوں نے مکے والوں سے بھی زیادہ پر تشدد طریقہ استعمال کیا اور کائنات کے اس عظیم اور محترم ترین انسان جو شفقت ورحمت کا پیکر تھا بدترین سلوک کیا۔ اس پر حضرت جبریل امین علیہ السلام تشریف لاتے ہیں اور

دریافت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ فرمائیں تو ان کو طائف کے پہاڑوں کے درمیان رکھ کر پیس دیا جائے، وہ فخر موجودات شہنشاہ عالم جواباً ارشاد فرماتے ہیں۔ نہیں ایسا نہیں کیا جائے، ہوسکتا ہے کہ ان میں کوئی ایک اللہ کا نام لیوا ہو جائے، اور بعد میں یہ بات ثابت ہوگئی اور طائف کا طائف مسلمان ہوا۔

خود مکہ مکرمہ پیارے نبی ﷺ کی جائے پیدائش اس بات کا ثبوت ہے کہ فتح مکہ سے آج تک حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ السلام کی دعا اور پھر ان کی نسل سے آنے والے خاتم النبیین کی دعا نے اس بے آب و گیاہ جگہ کو محفوظ و مامون قرار دے کر ہمیشہ کیلئے امن و سلامتی کا گہوارہ بنا ڈالا۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہماری نئی اسٹریٹجی کیا ہے؟ ہم کس طرح دنیا میں اپنا کھویا ہوا مقام حاصل کر سکتے ہیں؟ ہمیں کس طرح دنیا میں جینے کا حکم دیا گیا ہے؟ ہمارے اندر کونسی خوبیاں ہونی چاہیں؟ کونسی خامیاں ختم ہونی چاہیں؟ کب دفاع کرنا ہے؟ کب خاموش رہنا ہے؟ اور کب جنگ کرنا ہے؟ کس طرح اور کن اصولوں پر عمل کرنا؟ یہ وہ مسائل نہیں جن سے نمٹنے کیلئے اللہ کے رسول ﷺ نے غور و فکر کیا تدبر کیا اور موقع کی مناسبت سے تمام امور انجام دیئے، مشورے صائب ہوئے تو قبول کئے بلکہ ان پر عمل درآمد کیا، خواہ کسی نے بتائے ہوں۔ یہ طریقہ ہمیں بتلاتا ہے کہ ایک ایک ''تھنک ٹینک'' کی ضرورت ہے، اس تھنک ٹینک کو مجلس شوریٰ کہا جائے یا کچھ اور اہمیت کام کی ہے کہ کام کیا ہو اور کیسا ہو؟۔

حضور نبی کریم ﷺ کے سیاسی تدبر اور بصیرت و دور اندیشی کا ایک اہم واقعہ وہ موڑ ہے جسے صلح حدیبیہ کا نام دیا گیا۔ تاریخ اسلامی کا یہ حیرت انگیز واقعہ شر کو خیر میں بدلنے کا بے مثال واقعہ ہے۔ جسے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ''فتح مبین'' کے نام سے موسوم کر کے اس واقعے کی اہمیت اور ضرورت کو اجاگر کیا ہے۔

واقعی صلح حدیبیہ فتح مبین تھی کہ جس کے فوراً بعد ہے حضور ﷺ نے سلاطین و امرائے عصر کے نام تبلیغی خطوط اپنے سفراء کے ذریعے روانہ کئے عالمگیر تبلیغ کا یہ سلسلہ محرم ۷ ہجری سے شروع ہو جو اسلامی تاریخ کے بے حد اہم سال ہے۔

موجودہ دور میں اسلام کے دعوتی عمل کو حیات نو مل رہی ہے۔ دین اسلام کا مطالعہ خود بخود ہورہا ہے۔جس قرآن کو مسلمان پیش کر کے کہتے کہ آؤ اس کا مطالعہ کرو، اسے پڑھو اسے سمجھو، اس پر عمل کرو، تو یقیناً اہل مغرب اسے قبول کرنے میں تأمل کرتے آج اسے نہ صرف پڑھنے بلکہ سمجھنے اور غور وفکر کرنے کے دریچے خود بخود کھل رہے ہیں۔ آج ہمارا کام صرف مہمیز دینا ہے۔ موجودہ جدید وسائل اور ٹکنالوجی کو بھر پور استعمال کرنا ہے۔ میڈیا کے ذریعے اپنی بات دوسروں تک پہنچانا۔ یہ جدید وسائل اور ٹیکنالوجی تو ہمیں تیار بھی نہیں کرنا پڑرھی ہے۔ مزے کی بات یہ ہے کہ خود اہل مغرب دن ورات کی کاوشوں اور جدوجہد سے اسے تیار کر کے مارکیٹ میں عام کر رہے ہیں۔ ہمیں تو انکا استعمال کر کے اسلام کی دعوت کو عام کرنا ہے۔ اب ان طریقوں پر غور کرنا اپنی ہی ہلاکت کا باعث بنے گا کہ ہم کس طرح غیر مسلموں کو ہلاک کر دیں اور ان کی تعداد کو کم کریں۔ یہ بات بالکل درست ہے کہ اپنے اوپر حملے کی صورت میں دفاع ہمارا بنیادی حق بنتا ہے اور اس سے رخ موڑنا بھی اپنی ہلاکت ہی ہوگا۔ لیکن تسخیر عالم کیلئے صرف قتال کا طریقہ ہمارے دین کا طریقہ ہے نہ ہمارے نبی اکرم ﷺ کا طریقہ ہے۔

ہمیں زیادہ سے زیادہ توجہ اس بات پر مرکوز کرنا چاہئے کہ ہم اپنے دین کو کسطرح دنیا کی دیگر اقوام تک پہنچائیں۔ اور دنیا کو تسخیر کرنے کا وہ راستہ اپنائیں جو رسول اکرم ﷺ نے اختیار کیا۔

آج جس طرح اسلام تیزی سے یورپ وامریکہ کا ایک بڑا مذہب بنتا چلا جارہا ہے امید ہے کہ جلد ہی یہ سفید قوم اسلام کی تجدید اور تشکیل نو کرے گی۔ بڑی بڑی شخصیات اسلام کا مطالعہ کررہی ہیں۔ لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہونے کو بے چین ہیں اور بڑی تعداد ایسے لوگوں کی بھی ہے جنہوں نے اپنے آباء واجداد مستشرقین کے فرسودہ اور بے بنیاد نظریات کو رد کرنا شروع کر دیا ہے۔ بیسویں صدی کے ربع آخر سے ہمیں اسلام قبول کرنے والوں کی تعداد میں تیزی آتی دکھائی دے رہی ہے۔ الدعوہ ریاض (سعودی عرب) سے شائع ہونے والا کثیر الاشاعت رسالہ ہے اس میں ۱۲ اگست ۱۹۹۳ء کے شمارے میں ایک خبر سرخی کے ساتھ شائع ہوئی " ۹۰۰ افراد نے جنوبی افریقہ میں اسلام قبول کیا جن میں سے چار مسیحی پادری تھے۔

۱۶ اگست تا ۲۲ اگست ۱۹۹۳ء العالم الاسلامی نامی رسالے میں جو ''مکہ مکرمہ'' سے شائع ہوتا ہے خبر آئی کہ صرف ایک سال کے دوران متحدہ عرب امارات میں ۶۵۳ افراد حلقہ بگوشی اسلام ہوئے جنکا تعلق مختلف مذاہب سے ۲۵۔

ڈاکٹر عبدالغنی فاروق نے چند معرکتہ الآراء تصانیف لکھیں ان میں دو کتابیں بے حد نادر و نایاب ہیں ایک ہم کیوں مسلمان ہوئے؟ اور دوسری ہمیں خدا کیسے ملا؟ اس میں دو سو کے لگ بھگ نومسلموں کی سوانح حیات شامل ہیں۔ کہ وہ اسلام سے کس طرح اور کیونکہ متاثر ہوئے اور پرٹیکل مسلم بنے۔ چند نامور غیر مسلم جو اسلام کی حقانیت سے متاثر ہو کر حلقہ بگوشی اسلام میں داخل ہوئے یہ ہیں۔

۱۔ کیٹ اسٹیونز (یوسف اسلام)
۲۔ ملکہ نور (ملکہ اردن)
۳۔ کسئیس کلے (محمد علی کلے)۔
۴۔ کریم عبدالجبار (باسکٹ بال کا عظیم کھلاڑی)
۵۔ جان برٹ جونیر (یحیٰی برٹ)
۶۔ یونے روڈلے (صحافی خاتون)
۷۔ ڈاکٹر مورلیس بوکائیلے (مستشرق)
۸۔ محمد مارماڈیوک پکھتال (مستشرق)
۹۔ ملک الشھباز (مالکم الکلیس)
۱۰۔ سائیڈ ٹائسن (ملک شہباز عبدالعزیز)
۱۱۔ عطاء اللہ کوپانسکی (بوگڈان کوپانسکی)
۱۲۔ سر تھامس ارونگ (مستشرق)
۱۳۔ محمد اسد (مستشرق)
۱۴۔ مریم جمیلہ
۱۵۔ رجاء گارودی
۱۶۔ ڈاکٹر ذاکر نائیک۔

ان کے علاوہ بے شمار لوگ ہیں جنکا اسلام لانا بذات خود ایک معجزہ اور اس پر عمل کر کے دوسروں کو اسلام کی تبلیغ کرنا دین اسلام کی حقانیت ہے۔

لیکن یہ راستہ صبر و استقامت کا تقاضا کرتا ہے جسکا اعلی ترین نمونہ خود امام الانبیاء سید

الاتقیاء شافع محشر نبی مصطفیٰ احمد مجتبیٰ رسول اللہ ﷺ کی ذات مبارکہ تھی۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

''آزمائش جتنی سخت ہوگی اتنا ہی بڑا انعام ملے گا بشرطیکہ آدمی مصیبت سے گھبرا کر راہ حق سے بھاگ کھڑا نہ ہو اور اللہ تعالیٰ جب کسی گروہ سے محبت کرتا ہے تو اس کو مزید نکھارنے اور صاف کرنے کیلئے آزمائش میں ڈالتا ہے پس جو لوگ اللہ کے فیصلے پر راضی رہیں اور صبر کریں تو اللہ تعالیٰ بھی ان سے راضی ہو جاتا ہے''۔

اور یہ بات بالکل درست ہے کہ اس راستے میں بے شمار مشکلات اور امتحانات ہیں شاید اس وقت ہی گھڑی امت مسلمہ پر آئی ہے، لیکن کس قدر مہربانی ہے اس رب ذوالجلال کی کہ اس نے اپنے بندوں کو آزمائش میں بھی ڈالا اور نکال بھی رہا ہے، خود اہل مغرب چلا اٹھے کہ اب بس کرو اور اس ظلم وستم کو ختم کرو کہ کہیں آسمان نہ ٹوٹ پڑے۔ کہیں زمین نہ پھٹ جائے۔

فلاڈلفیا، ٹمپل یونیورسٹی پریس نے ۱۹۹۱ء میں Christoghar O.Qury (کرسٹوفر ارکوے) کی ایک کتاب چھاپی جو بین الاقوامی قوانین کا ماہر ہے وہ کہتا ہے'' دہشت گردی اور آزادی کی جدوجہد ایک جیسی سرگرمیاں نہیں ہیں''۔ ۲۶

اور ''اقوام متحدہ کے تمام ادارے جس ایک چیز پر متفق ہیں وہ یہ ہے کہ حق خود ارادی کی ہر جدوجہد قانونی اور جائز ہے''۔ ۲۷

آج کل ایک کتاب کا بہت چرچا ہے ''تہذیبوں کا تصادم'' یہ اصطلاح ہاورڈ یونی ورٹی کے مشہور رائٹر سمیوئیل ہننگٹن نے لکھی ہے۔ باوجود اس کے کہ وہ بعض اوقات انتہائی سخت رویہ اختیار کر لیتا ہے اپنی اس کتاب میں کہیں کہیں سچ بھی لکھ ڈالتا ہے۔

وہ لکھتا ہے دہشت گردی اور ایٹمی ہتیار علیحدہ علیحدہ غیر مغربی کمزور قوموں کے ہتیار ہے ''اگر'' یا جب بھی یہ ایک ہوئے غیر مغربی کمزور ملک طاقتور ہو جائیں گے۔ ۲۸

چنانچہ اگر ہم اپنا کام ایمانداری خلوص نیت اور آداب وقوانین کی پاسداری کرتے ہوئے

انجام دیں گے تو کامیابی سے ھمکنار ہونگے۔

یاد رہے کہ مسلمان جب یورپی ممالک میں گئے تھے تو وقتی طور پر گئے تھے مگر اب وہ مغربی ویورپی ممالک کے معاشروں کا ایک حصہ ہیں۔ کئی مغربی ممالک میں مسلمان دوسرے بڑے مذہب کے ماننے والوں کی حیثیت اختیار کر چکے ہیں۔ ایک وقت آئے گا کہ اسلام دنیا کا بڑا مذہب ہوگا اور دنیا بھر میں امن کے قیام کا سچا علمبردار چنانچہ ایک متوازن، معتدل اور اسلامی اقدار سے آراستہ راستے کی ضرورت ہے، جس کے لئے پوری کی پوری اسوۃ حسنہ ہمارے لئے مشعل راہ ہے۔ چنانچہ امت مسلمہ کو درپیش چیلنجز اس کے مقابلے کے لئے اقدامات اور سدباب کے لئے رہنمائی ہماری نبی اکرم ﷺ حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبی کی ذات مبارکہ میں ہے۔ بات صرف اسے سمجھنے اور عمل پیرا ہونے کی ہے۔

علامہ اقبالؒ نے ان اشعار پر میں اپنے مقالے کا اختتام کرنا چاہوں گی:

خرد نے کہہ بھی دیا لا الہ تو کیا حاصل　　دل و نگاہ مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں
عجب نہیں کہ پریشاں ہے گفتگو میری　　فروغ صبح پریشاں نہیں تو کچھ بھی نہیں

حوالہ جات

۱۔　سورہ مائدہ آیت ۳۔
۲۔　سورہ آل عمران آیت ۱۱۰۔
۳۔　صحیح بخاری۔
۴۔　اسلام دور جدید میں از سلمان حسنین خان ص ۱۸
۵۔　مشعل راہ ص ۱۰۶

۶۔ سورہ بقرہ آیت ۱۸۵۔

۷۔ سورہ آل عمران آیت ۱۶۴۔

۸۔ سورہ توبہ آیت ۱۲۸۔

۹۔ رسول خدا کا طریقہ تربیت از مولانا سراج الدین ندوی ص ۱۴۔

۱۰۔ صحیح بخاری و مسلم۔

۱۱۔ سنن ابی داؤد۔

۱۲۔ سورہ یونس آیت ۱۴۔

سورہ نحل آیت ۱۲۵۔

۱۳۔ سید فضل الرحمٰن ھادی اعظم ص ۶۲۔

۱۴۔ قاضی مولانا صفی الرحمٰن مبارکفوری الرحیق المختوم ص ۶۷۔

۱۵۔ سیرت ابن ھشام

۱۶۔ سورہ آل عمران آیت ۶۴۔

۱۷۔ مولانا وحید الدین خان مذہب اور جدید چیلنج ص ۲۰۵۔

۱۸۔ سورہ فتح ایٓت ۱۔

۱۹۔ تہذیبی کشمکش اور مسلم نفسیات از سید قاسم محمود معارف فیچر سروس ۱۶ نومبر ۲۰۰۴ شمارہ نمبر ۱۰۲۔

۲۰۔ ھیثمی مجمع الزوائد و منبع الفوائد ۱/۱۷۸ دار الکتاب العربی طبع سوئم۔

۲۱۔ البلاذری، فتوح البلدان ص ۸۰، دار المکتبہ العلمیہ بیروت ۱۹۷۸۔

۲۲۔ عصر حاضر میں اجتہاد اور اس کی قابل عمل صورتیں ص ۲۱۔ مطبوعہ پنجاب یونیورسٹی پریس ۲۰۰۴ شیخ زاید اسلامی مرکز پنجاب لاہور۔